ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی اور محمد امین خان عبیداللہی

جن افکار و شخصیات سے مجھے دلچسپی ہے اور میرے مطالعۂ و فکر کا خاص موضوع رہی ہیں۔ ان میں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم بھی ہیں۔ مولانا سندھی بڑے بیدار مغز اور روشن خیال عالم دین تھے۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افکار و افادات کے مطالعہ و تدبر، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی تعلیم و تربیت اور عالم اسلام کی تاریخ و تحریکات اور اُن کے اپنے عہد کی بین الاقوامی سیاست کے مطالعہ و مشاہدہ اور اس پر نظر و تدبر نے اُن کے دماغ اور ان کی بصیرت کو عجوبۂ روزگار بنادیا تھا۔ انہوں نے اسلام کی روح اور امت کے مزاج کو جس طرح سمجھا تھا ایک دو شخصیات کو مستثنیٰ کردینے کے بعد اس عہد میں اُس کی کوئی مثال نہیں تھی۔ وہ عہدِ جدید کی تشکیل کے لیے ایک مستقل فکر رکھتے تھے، وہ فکر جو قرآنِ حکیم کے عمیق مطالعے پر مبنی ہے، جس کی صداقت پر انقلاباتِ عالم نے مہریں ثبت کی ہیں اور مشاہدات و تجربات نے اس پر ان کے یقین کو عین الیقین بنادیا ہے یہی وہ انقلابی فکر ہے جس پر ہمارے ملک کے نظامِ معیشت و سیاست کی تشکیل کا دار و مدار ہے۔

اِس وقت ہمارے ملک میں اسلامی نظام کے مطابق ملک کی آیندہ تعمیر و تشکیل کے لیے زمین ہموار کی جارہی ہے۔ لیکن یہ کوشش ایک خاص دائرے میں ہورہی ہے۔ اگر کوئی جماعت پوری زندگی میں انقلاب لانے کی مدّعی ہے تو وہ بھی درحقیقت زندگی کی ایک خاص سطح یا دائرے ہی کی بات ہے۔ اُس کے پاس پوری قومی زندگی، اس کے تمام

طبقوں اور تمام سطحوں کے بارے میں کوئی جامع پروگرام نہیں۔ انھیں تو بعض طبقات کی زندگی اور ان کے حقیقی مسائل کا بھی ادراک نہیں ۔ درحقیقت وہ خود ایک مخصوص ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں اور اسی پر ملک و قوم کے تمام طبقات کی زندگی کو قیاس کرلیا ہے۔ یہ زندگی بھی ان کی اپنی محنتوں کا ثمرہ نہیں بلکہ سرمایہ و جاگیر دارانہ نظام نے اُن کے لیے فراہم کردی ہے ۔ وہ بنیادی طور پر اُسی نظام کے پروردہ اور آلۂ کار ہیں ۔ وہ اسلام کا نام لیتے ہیں لیکن سرمایہ دار و جاگیر دار طبقے کے مفاد کے لیے کام کرتے ہیں ۔ اُن کا عالم یہ ہے کہ طبقاتی اور گروہی مفاد کے باہر کل قومی زندگی کے لیے کسی جامع پروگرام سے اُن کے ذہن ناآشنا ہیں اور قومی زندگی سے بلند انٹرنیشنل سطح پر اقوام عالم کی رہنمائی کے لیے تو ناقص درجے میں بھی کوئی تصور ان کے پاس موجود نہیں ۔ وقت کی کسی جماعت کے پاس بھی کوئی ایسا انقلابی تصور موجود نہیں ہے جو دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کو اور انسان کی انفرادی ، قومی اور بین الاقوامی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اپنے اندر کمالِ توازن کے ساتھ سمیٹ لے اور زمانے کے تقاضوں کا اُس کے پاس جواب بھی ہو۔ یہ کوششیں خواہ کتنے ہی خلوص کے ساتھ کی جارہی ہوں ، لیکن ان کی تہہ میں مسائل کی بصیرت اور پروگرام کی جامعیت اور اعتدال و توازن کی خوبی کسی میں نہیں ۔

ان جماعتوں کے لیے صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی نہیں کہ ان کا دامن مسائل کی بصیرت، فکر کے اعتدال ، عمل کے توازن اور پروگرام کی جامعیت سے تہی ہے ۔ درحقیقت یہ جماعتیں جن سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے چندہ لیتی ہیں اور جن کا ایثار و انفاق ان کی زندگی کا سروسامان فراہم کرتا ہے ۔ اُنہیں کی آلۂ کار اور انھیں کے مفاد کی محافظ ہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ چندے سے چلنے والی کوئی جماعت اپنے کاموں کے لیے کسی سرمایہ و جاگیر دار سے چندہ لے کر کبھی ملک کے عمومی مفاد میں ان کے گروہی و طبقاتی مفاد کو نظر بھی کر دے سکے گی تو یہ اُس کی بھول ہے ۔ ان جماعتوں میں فرق صرف یہ ہے کہ کوئی جماعت اسلام کے نام پر چندہ دہندگان کے جذبات کو ایکسپلائٹ کرتی ہے ۔ کوئی مزدوروں اور کسانوں کے نام پر اور کوئی کسی خاص قومیت کے لیے خطرے کی دُہائی دے کر

اپنی ضروریات کے لیے سرمایہ اینٹھتی ہے۔ لیکن سرمایہ دار کے سامنے ہمیشہ اپنا مفاد ہوتا ہے۔ اگرچہ بہ ظاہر وہ اسلام کے نام پر یا کسی خاص طبقے یا قومیت کے نام پر ایثار و انفاق کا مدعی ہوتا ہے۔

اِس دور میں ایسی نادر الوجود اور جامع الافادلت شخصیت جس کے افکار میں فرد کی زندگی سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اسلامی تعلیمات کے مطابق رہنمائی کا صرف تصور ہی نہیں بلکہ کل نوعِ انسانی کی اجتماعی زندگی کی ہر سطح، ہر دائرے اور ہر طبقے کے لیے ایک جامع پروگرام بھی ہو، امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کے سوا کوئی دوسری نہیں - وہ اِس دور میں علوم و افکار ولی اللّٰہی کے سب سے بڑے محقق اور سب سے بڑے شارح تھے۔

مولانا عبیداللہ سندھی اِس عہد میں اللہ کے نذیر تھے - انھوں نے دنیا کو بتایا کہ اگر وقت کے مزاج اور حالات کے تقاضوں کو نہ سمجھا اور اپنے فکر اور عمل میں تغیر پیدا نہ کیا تو زمانے کے انقلاب و حوادث کے ہلاکت خیز ہاتھوں سے نہ تمہاری مسجدیں بچیں گی نہ خانقاہیں - یہ فرسودہ رسوم و روایات اور عہدِ تنزل کی پیداوار تہذیبی و معاشرتی زندگی جو تم نے اسلام کے مقدس نام پر اختیار کر رکھی ہے - سیلابِ حوادث کے تھپیڑوں میں اس کا سارا تار و پود بکھر جائے گا - زمانہ ایک انقلاب آفریں دور سے گزر رہا ہے۔ تہذیبی و معاشرتی زندگی کی بوسیدہ اقدار مٹ رہی ہیں۔ عالم انسانی میں ایک بھونچال آیا ہوا ہے جس کے اثرات ایک ایک قلب اور روح کو احاطہ کرلیں گے۔ تمہاری رجعت پسندی تمہیں لے ڈوبے گی اور کوئی تمھیں بچانے والا نہ ہوگا۔ اس کا انتظار نہ کرو کہ اللہ کا حکم آئے اور تمہارے لیے فیصلہ لکھ دیا جائے - اس سے پہلے اپنے اندر ایک بنیادی تبدیلی اور تغیر پیدا کرلو -

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ؕ

مولانا عبیداللہ سندھی اس عہد میں اللہ کے بشیر بھی تھے - انھوں نے بتلایا کہ اسلام کوئی رجعت پسندانہ تحریک نہیں، وہ کوئی خانقاہی نظام نہیں - اسلام

انسان کو اُس کی نجات کے لیے اجتماعی و معاشرتی زندگی ترک کرکے آبادیوں سے جنگلوں میں نکل جانے، اپنی روح پر ظلم کرنے، جسم کو ریاضتوں کی مشقتوں کے حوالے کردینے اور دوسروں کے کمائے ہوئے ٹکڑوں پر زندگی گزارنے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ اسلام دنیا پر حکمرانی، کوارض کے لیے امن کی فراہمی، نوعِ انسانی کے لیے سروسامانِ حیات کے اہتمام اور اسے یمین و یسار کے خوف و خطر سے محفوظ کردینے کے لیے آیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے وقت کا تقاضا یہ نہیں کہ وہ دوسرے مکاتبِ فکر کی چوکھٹوں پر افکار کی گدائی کریں، بلکہ وہ قرآن کے ایک نسخۂ کیمیا کو لے کر اٹھیں اور انسانی زندگی کی ہر سطح پر اور زندگی کے ہر دائرے میں قوموں کی رہنمائی کریں۔ لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥

مولانا سندھی جب مسلمانوں کو ایک انقلاب آفریں اقدام کی دعوت دیتے ہیں اور لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کی خوش خبری سُناتے ہیں، تو ان کی آواز کسی اہل مدرسہ یا خانقاہ نشیں کی آواز نہیں ہوتی جس کی جڑیں حلق سے نیچے نہیں ہوتیں بلکہ اُن کی دعوت فکرِ سلیم اور قلبِ سلیم کی دعوت ہوتی ہے۔ ان کی صدائے حق ایک ایسے صاحبِ فکر کی ہوتی ہے، جو اگرچہ صاحبِ وحی اور منصبِ رسالت پر فائز نہیں ہوتا لیکن وہ الصادق والمصدوق علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے حسبِ ارشاد انبیائے سابقین کا سا ہوتا ہے۔ العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان باتوں پر میں ایک غیر متزلزل ایمان رکھتا تھا اور علم و مطالعہ کی زندگی کی کوئی صبح و شام ایسی نہیں گزری جو اس ایمان و اعتقاد سے خالی ہو، لیکن وقت کی رہنمائی کے لیے ہر زمانے میں قدرت کا دستِ رہنما کسی انسانی پیکر میں نمودار ہوا ہے۔ سنتِ الٰہی ہمیشہ پہلے کسی قلبِ سلیم کو اپنی ہدایت کی امانت کے لیے چن لیتی ہے اور پھر اُس کے وجود کو کسی قوم و ملت کی رہنمائی کا ذریعہ بناتی ہے۔ لیکن وہ شخصیت کون سی تھی اور وہ وجود کہاں تھا جو فکرِ عبیداللّٰہی کا امین ہو، جس نے اِس فکر سے محبت کی ہو اور اپنے پچھلے تمام عقائد و تصورات سے دستبردار ہوگیا ہو، جو اسے پاکر سب کو بھول گیا ہو، جس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوگیا ہو کہ فکرِ عبیداللّٰہی کے مطابق وقت کے تمام سیاسی و معاشی

نقشے ترتیب پائیں، جس کی استقامت کا یہ عالم ہو کہ طوفان اس کی خاطر اپنی راہ بدل دیں، جس کی عزیمت کا یہ حال ہو کہ وہ سیاست کے میدانِ کرب وبلا میں یک وتنہا اپنی فکر کا چراغ جلائے، وقت کی ظلمتوں اور استبداد کے خلاف یمین ویسار سے بے پروا نبرد آزما ہو، جس کے دماغ میں امید کے چراغ فروزاں ہو اور جس کے قلب پر کبھی یاس کی پرچھائیں نہ پڑی ہو۔

سنتِ الٰہی کے خلاف تھا کہ فکرِ حقہ کی جو شمع مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے روشن کی تھی، وہ ان کے وصال کے ساتھ ہی بجھ جاتی۔ بعض اوقات ہم سمجھتے ہیں کہ کتنے ہی پودے تھے جو سطحِ زمین سے مٹ گئے لیکن مبداءِ فیاض اُن کے تخم کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کی حفاظت کا فرض زمین کے سپرد کر دیا جاتا ہے، پھر جب رحمتِ الٰہی کا تقاضا ہوتا ہے، وہ ہواؤں کو اشارہ کرتا ہے اور پانی سے بھرے ہوئے بادل آسمان پر آناً فاناً پھیل جاتے ہیں اور بارش کے پہلے قطرۂ رحمت کے نزول کے ساتھ زمین اپنے خزانے اگلنا شروع کر دیتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک نیا گلستان نگاہوں کے سامنے ایک حسین منظر پیش کرنے لگتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ٥

(۳۰ : ۴۷)

وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اُس کی مرضی نے انتظام کر دیا ہے، بادل آسمان میں پھیل جاتے ہیں۔ پس تم دیکھتے ہو کہ ان کے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے۔ پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے پانی برسا دیتا ہے تو وہ کامیاب وخرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔

عبیداللّٰہی فکر وہ فکرِ الٰہی ہے جو وقت کی رہنمائی اور قوم وملت کو حیاتِ تازہ

سے ہم کنار کرنے کے لیے عالم ہستی میں ظہور پذیر ہوئی ہے ۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ صاحب فکر کے وصال کے ساتھ ختم ہو جاتی ۔ یہ ہماری کم نگاہی اور بے بصیرتی تھی کہ ہم اس فکر کے امین کو اب تک دیکھ نہ سکے تھے اور یہ ہمارے اپنے پائے طلب کی کمزوری اور ذوقِ جستجو کی کمی تھی کہ ہم اس سرچشمۂ فیض سے دور اور اس کی لذت کوشیوں سے محروم تھے ۔ آج ہماری کم نگاہی اور بے بصیرتی نے اپنے پر سمیٹ لیے ہیں ۔ ہماری نظروں کے سامنے سے جہالت اور عدم واقفیت کے پردے ہٹ گئے ہیں ۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا ہے اور ہمارے دل نے ہمارے اِس مشاہدے کی صداقت کی گواہی دی ہے کہ اس دور میں قدرتِ الٰہی نے عبیداللہ سندھی کی انقلاب آفرین فکر کی امانت کو خان محمد امین خان کھوسو کے قلبِ سلیم میں محفوظ کر دیا ہے ۔

خان محمد امین خان کھوسو زندگی میں مختلف نشیب و فراز سے گزرے ، وہ عقائد و افکار کے مختلف آستانوں پر اقامت گزین ہوئے ۔ مطالعہ و نظر کے سفر میں بہت سی منزلیں ان کے سامنے آئیں اور ہر منزل کی دل فریبیاں دامن کشاں تھیں کہ منزل ہے تو یہی اور مقصود ہے تو حیاتِ چند روزہ کی یہی راحتیں اور آسائشیں ! پھر کیوں گام فرسائی کی جائے اور راہ کی مشکلات اور آفات کو دعوت دی جائے تو کیوں ؟ لیکن قدرت کا مخفی دستِ رہنما آگے ہی کو بڑھاتا رہا تاآں کہ انھوں نے اپنے یوسفِ مقصود کو پالیا ۔ افکار و مطالعہ کی جن منزلوں سے وہ گزرے تھے ، ان کے بارے میں وہ شاعرانہ انداز بیان میں کہہ سکتے تھے کہ

مجھے چنداں مقیمِ آستانِ غیر ہونا تھا

اور زندگی کے آخری دور میں وہ جس مقام پر تھے ، اس پر انھیں قدرت کی رہنمائی کا شکر گزار ہونا چاہیے ۔

خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

"فکر حق سے عشق" کے مقام کی بلندیوں کا ادراک نہیں کیا جا سکتا جب تک صاحب فکر سے عشق اپنے کمال کو نہ پہنچ جائے ۔ مولانا عبیداللہ سندھی سے ان کے عشق و شیفتگی

کا عالم کچھ نہ پوچھیے وہ کسی شخص کی تمام خطاؤں کو معاف کر سکتے تھے، لیکن مولانا سندھی کی عظمتوں اور کمالات فکری میں کوئی کسی کو شریک ٹھہرائے، وہ اسے معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔ یہ ان کی بارگاہ میں ناقابلِ عفو معصیت تھی۔

وہ مولانا سندھی کی محبت میں کسی کو شریک کرنے کے روادار نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فکر عبید اللٰہی سے اُن کی وابستگی اور اس پر ان کا غیر متزلزل یقین تھا۔ وہ اپنی سماجی زندگی میں بڑے روادار واقع ہوئے تھے۔ لیکن سیاسی فکری رہنمائی میں وہ مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے سوا کسی عظمت اور قیادت کے آگے سر جھکانے کو تیار نہ تھے۔ وہ میدان سے ہٹ سکتے تھے لیکن سیاسی عقائد میں کسی سے مفاہمت کا خیال بھی ان کے نزدیک کم از معصیت نہ تھا۔

جہاں تک ان کے مذہبی عقائد کا تعلق تھا تو وہ اسی مکتبۂ فکر اور اُس کے بزرگوں سے عقیدت رکھتے تھے جن سے مولانا سندھی کا دینی و روحانی رشتہ تھا۔ وہ دیوبند کے حوالے سے ولی اللٰہی تھے۔ اور سیاست میں وہ صرف مولانا سندھی کے متبع تھے۔ ان کے عقیدے کے مطابق مولانا سندھی اس دور کے امام تھے۔ وہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عظمت کے قائل و معترف تھے لیکن ان کے فلسفے کی اُس تعبیر و تشریح پر ایمان رکھتے تھے جو مولانا سندھی نے کی تھی۔

مولانا عبید اللہ سندھی سے انھیں عشق کی حد تک محبت تھی لیکن یہ یک طرفہ نہ تھی۔ مولانا سندھی کو بھی اُن سے اسی قدر تعلق خاطر تھا۔ مولانا اُن پر اعتماد فرماتے تھے: انھیں اپنا کہتے تھے، فرماتے تھے: "خان میرا ہے"، "میرا خان مجھے جانتا ہے"۔ مولانا نے نمازمیں انھیں اپنا امام بنایا اور خود اُن کی اقتدا کی۔ یہ صاف اشارہ تھا کہ خان محمد امین خان کھوسو مستقبل میں فکر عبید اللٰہی کا امام ہوگا۔

یہ میری خوش نصیبی تھی کہ مجھے خان محمد امین خان کھوسو کی خدمت میں شرف نیاز حاصل ہوا۔ ان کا خلوص، ان کی للہیت، ان کی فداکاری، حق کے لیے اُن کی استقامت، ان کی سادہ زندگی، معاشرتی زندگی میں اُن کا کمالِ رواداری لیکن سیاسی و مذہبی عقائد کے باب میں ان کا بے لچک رویّہ، مولانا سندھی سے ان کی عقیدت، فکر عبید اللٰہی پر ان کا غیر متزلزل یقین اور ان کا اخلاق

(بقیہ صفحہ نمبر ۹۶ پر)